حقوق النساء

عورت کی گواہی

ڈاکٹر قمر زمان

حقوق النساء

عورت کی گواہی

عورت کی گواہی کو مروجہ اسلام میں آدھا تصور کیا جاتا ہے۔ دو ٹوک الفاظ میں جان لیجئے کہ قرآن میں کہیں بھی ایسا نہیں کہا گیا۔ جس آیت سے یہ استنباط کیا جاتا ہے وہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 282 کا ایک جزو ہے۔ آیت مذکورہ لین دین کے حوالے سے وارد ہوئی ہے۔ اور قرآن کی طویل ترین آیت ہے۔ جس کے درمیان میں ارشاد ہے......

واستشھدو اشھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتن ممن ترضو من الشھدآء ان تضل احد ھما فتزکر احدھما الاخری ط

''اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ۔ اگر دو مرد نہ ہوسکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں تاکہ اگر ایک بھول جائے تو ان عورتوں میں سے دوسری یاد دلا دے''

یہ ہے وہ عمومی ترجمہ جو تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ تمام مروجہ تراجم میں ملتا ہے۔ اس آیت میں تضل کا ترجمہ ''بھول جائے'' کیا جاتا ہے حالانکہ ''ضل'' کے معنی ہوتے ہیں گم ہونا۔ ظاہر ہے اگر آیت کے اس جزو کو سرسری انداز سے دیکھا جائے تو ایک مرد کی گواہی دو کے برابر ہی نظر آتی ہے۔

لیکن اگر تھوڑا سا غور آیت کی ابتدا کو سامنے رکھ کر کیا جائے تو بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے آیت کا آغاز......

''اے اہل ایمان جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں کوئی لین دین کرتے ہو تو اسے لکھ لیا کرو''

سب سے پہلی بات کہ یہ ایسا لین دین ہے جس میں ایک مدت کی بات کی

گئی ہے۔ اور کیونکہ ایک مدت کے لئے لین دین ہورہا ہے۔ اس لئے یہ کہا گیا کہ لکھ لیا کرو۔

غور کیجئے کہ جو بات لکھ لی گئی ہو اس میں بھول چوک کا احتمال خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اگر گواہ بھول بھی جائے تو لکھے ہوئے کو اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا کہ جناب آپ کی گواہی پر آپ کے دستخط موجود ہیں۔

اس لیے "ضل" کا ترجمہ بھول جانا غلط ہے۔ بھول کے لئے عربی میں مادہ "ن س ی" سے قرآن میں 28 مختلف الفاظ 45 مختلف آیات میں وارد ہوئے ہیں اور اردو میں بھی لفظ "نسیان" بھول کے لئے معروف ہے۔

دوسری بات اگر بفرض محال ہم مان بھی لیں کہ "ضـــــل" کے معنی بھولنا بھی ہوتے ہیں تو بھی عورت کی گواہی تو ایک ہی ہوئی۔ جو عورت بھول گئی تو وہ تو کسی گواہی کے لائق نہیں رہی۔ گواہی تو صرف اسی کی قابل قبول ہوگی جس نے یاد رکھا۔

دوسری بات تو محض ایک حجت قائم کرنے کے لئے تھی ورنہ لکھی ہوئی گواہی پر کون اپنے دستخط سے مکر سکتا ہے۔ اور آج جب عورت کو موقع دیا جارہا ہے تو خود ہمارے ملک میں ہر شعبہ میں خواتین اپنے علم کا جھنڈا گاڑ رہی ہیں اور ایسے شعبوں سے منسلک ہیں جہاں یادداشت انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ جس میں قانون، انجینئرنگ، طب اور فلکیات وغیرہ شامل ہیں۔اصلاً "ضل" کے معنی ہوتے ہیں 'گم ہوجانا'۔ جیسا کہ جب کوئی راہ حق سے گم ہوتا ہے تو اسے "گمراہ" کہا جاتا ہے۔ مثلا سورۃ الانعام کی آیت نمبر 24 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انظر کیف کذبوا علی انفسھم وضل عنھم ما کانوا یفترون

"اور ان کے سارے بناوٹی معبود گم ہوگئے۔"

یہاں بڑے صاف انداز میں "ضل" کے معنی گم ہوجانے کے واضح ہیں۔

ہر زمانے میں عورت کے لیے زیادہ امکانات ہوتے ہیں کہ وہ گواہی کیلئے پیش نہ ہوسکے۔ شادی کی وجہ سے نقل مکانی کر جائے یا زچگی کی حالت میں نہ آسکے وغیرہ

وغیرہ۔

دوسری بات کہ یہ گواہی لین دین کے معاملات سے مخصوص ہے۔ اس کا کسی دوسرے معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً زنا بالجبر کے معاملے میں صرف ایک لیڈی ڈاکٹر کی گواہی پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عورت کے ساتھ زنا ہوا ہے یا نہیں۔ بلکہ آج تو لیبارٹری کی رپورٹ پر یہ ثابت ہوجائے گا کہ عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے یا نہیں۔

اس لئے اس آیت سے عورت کی گواہی کو آدھا ثابت کرنا قرآن کے ساتھ مذاق ہے۔ ہم جانتے بوجھتے اس قسم کی غلطیاں جو اسلاف نے کی ہیں لگاتار کرتے جارہے ہیں اور اصرار بھی کرتے ہیں کہ جو اسلاف نے کہہ دیا وہی صحیح ہے۔

اس طرح کے رویے کی طرف قرآن نے خود کہا ہے کہ جب ان کی غلطیاں بتائی جائیں اور کہا جائے کہ......

”جو قرآن میں نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ......ہم نے تو اسلاف کو جس پر پایا ہے اسی کی اتباع کریں گے۔ خواہ ان کے اسلاف نہ تو کچھ عقل سے کام لیتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں“

آج بھی ہمارا رویہ یہی ہے۔ کہ اسلاف نے خواہ کتنی ہی بڑی غلطی کیوں نہ کی ہو ہم اسی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔

زنا پر چار گواہ کا ہونا

یہ بھی مروجہ اسلام میں قرآن کی ایک ایسی غلط تفہیم ہے جس کی وجہ سے کتنی ہی معصوم بچیاں ظلم کا شکار ہورہی ہیں۔ کتنی ہی بچیاں ہیں جن کے ساتھ روزانہ زیادتی کی جاتی ہے اور مجرم اس لئے آزاد پھر رہا ہوتا ہے کہ اس کے خلاف نہ چار گواہ لائے جاسکتے ہیں اور نہ ہی جرم ثابت ہوسکتا ہے۔ اور جب زنا کی وجہ سے بچی حاملہ ہوتی ہے تو اسے ''رجم'' کی سزا جو قرآن میں کہیں نہیں ہے بلکہ یہودی شریعت کی نقالی ہے، دی جاتی ہے۔

یہ ظلم بھی قرآن کی ایک آیت کی غلط تاویل کی وجہ سے ہے۔ اس کا سہرا بھی اسلاف کے سر پر سجایا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے سورۃ النساء کی آیت نمبر15 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے......

والـلاتـی یـاتیـن الـفاحشة من نسائكم فاستشهدوا علیهن اربعة منكم فان شهـدوا فـامسـكـوهـن فـی البیت حتی یتوفاهن الموت او یجعل الله لهن سبیلا

''تمہاری عورتوں میں سے جو فحاشی کی مرتکب ہوں تو ان پر اپنے میں سے چار کی گواہی لو اور اگر چار گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں روکو حتی کہ انہیں موت آجائے۔ یا اس کے لئے اللہ کوئی راستہ نکالے (عمومی ترجمہ)

اس آیت کے حوالے سے چند باتیں غور طلب ہیں۔

(i) اس آیت میں لفظ ''فاحشۃ'' آیا ہے جس سے مراد وہ عورت جو زنا کی مرتکب ہو لیا جاتا ہے۔

(ii) اس عورت کو گھر میں بند رکھا جائے یہاں تک کہ اس کو موت آجائے یا اس کے لئے اللہ کوئی راستہ نکال دے۔

پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ زنا کا فعل کیونکہ اکیلی عورت نہیں کرسکتی۔ تو پھر اس

آیت میں مرد کو کیوں چھوٹ دی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ سورۃ نور کی آیت نازل ہونے کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

اول تو منسوخ والی بات کبھی کسی عاقل کو سمجھ نہیں آسکتی اس لئے کہ اس سے اللہ کا علیم و خبیر ہونا مشکوک ہوجاتا ہے یعنی اللہ ایک حتمی حکم نہیں دیتا۔ بلکہ جیسے جیسے حالات بدلتے ہیں اور پہلے حکم میں نقص نظر آتا ہے تو پہلا حکم منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کرتا ہے۔

اور اگر یہ تصور کیا جائے کہ احکامات کو بتدریج لاگو کیا گیا ہے جیسا کہ اسلاف نے بتایا ہے تو بھی یہ آنے والی اقوام کے ساتھ ناانصافی ہے کہ پہلے والوں کو تو بتدریج احکامات پر عمل درآمد کروایا گیا اور آنے والوں پر ایک دم سے لاگو کیا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ حکم زنا کے حوالے سے ہے ہی نہیں۔ جس کو اسلاف نے سمجھا ہی نہیں۔ اور ہم نے انہی کے اقوال اور تاویلات کو سینے سے لگایا ہوا ہے اور اپنی عقل سے سوچتے ہی نہیں۔

دوسرا سوال یہ ہوگا کہ ''موت'' کو معرف بالام یعنی ''موت'' کی بجائے ''الموت'' کیوں کہا گیا۔ یہ کون سی خاص موت ہے۔

تیسرا سوال کہ موت کے ساتھ ''یتوفھن'' کا اضافی لفظ کیوں استعمال ہوا۔ موت بذات خود کسی کے مرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ اگر جسمانی موت کی بات ہوتی تو ''حتی الموت'' کہنا ہی کافی تھا۔ جس کے صاف سیدھے معنی ہوتے کہ انہیں گھروں میں روکو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے۔ لیکن یہاں کہا گیا ہے ''حتی یتوفھن الموت'' ''یہاں تک کہ خاص موت ان کو وفات دے دے''۔

مذکورہ آیت میں چند باتیں غور طلب ہیں

(i) الفاحشہ سے کیا مراد ہے ؟

(ii) یہاں حتی کے معنی کیا کئے جائیں؟

(iii) موت کو معرف بالام یعنی "الموت" کیوں لایا گیا؟

(iv) "یتوفھن" سے کیا اضافت مراد ہے؟

اس آیت میں حکم ان بچیوں یا عورتوں سے متعلق ہے جو مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے نازیبا حرکات کرتی ہیں۔ ایسی بچیوں اور عورتوں پر اگر الزام تراشی ہو تو کسی کی اکیلی گواہی پر کسی بھی بچی یا عورت کو فاحشہ نہیں گردانا جاسکتا۔ ظاہر ہے ایسی اوچھی حرکات بہت سارے لوگ وقتاً فوقتاً دیکھ ہی لیا کرتے ہیں اس لئے اگر چار لوگ یہ کہیں کہ ہاں یہ بچی یا عورت ایسی ہے جو گلی کوچوں میں مردوں سے نازیبا اشارے کرتے ہوئے دیکھی گئی ہے تو ایسی عورت یا لڑکی کو گھر میں روک لو۔

"حتی یتوفھن الموت" میں حتی علت کے لئے ہے۔ یہ گھر میں روکنے کی وجہ بیان کر رہا ہے موت صرف جسمانی ہی نہیں بلکہ اخلاقی، علمی اور روحانی بھی ہوتی ہے۔ اسی لئے "الــمــوت" معرف بالام ہے یعنی وہ خاص موت جس کا ذکر کیا گیا اس سے مراد جسمانی موت نہیں بلکہ "وہ خاص موت" ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا یعنی وہ "اخلاقی موت" جسے فحاشی کہا گیا ہے وفات کے معنی ہوتے ہیں بھرپور بدلہ، گرفت کرنا، قبضہ کرنا۔ یعنی "حتی یتوفھن الموت" کے معنی ہونگے کہ روکنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ یہ اخلاقی گراوٹ ان کو گرفت میں نہ لے"

اس لئے چار گواہوں کی موجودگی کسی زنا کے فعل پر شہادت دینا نہیں ہے بلکہ بے راہ روی کے چلن پر گواہی ہے۔